بڑی عید کی آمد آمد تھی مگر اس بار تو عبدالرحمن بے حد خوش تھا کیونکہ بڑی عید کے بعد چودہ اگست بھی تو آنی تھی۔ حالانکہ ایک ماہ کا فرق تھا مگر عبدالرحمن کو تو بس خوش ہونے کا موقع چاہیے ہوتا۔ عید پہ بکرے کے ساتھ کھیلتے تو چودہ اگست پہ پاکستانی پرچم ہاتھ میں اٹھائے سارے گھر میں گھومتے پھرتے۔ چودہ اگست پہ تو جھنڈیاں لگانے کا بھی خوب مزہ آتا تھا۔

عبدالرحمن نے ابھی سے ابو سے بکرا خریدنے کی فرمائش کردی تھی۔

''ابھی تو ایک مہینہ ہے بکرا بیمار ہو گیا تو؟'' ابو نے ٹالا تھا۔

''ارے! ایسے ہی بیمار ہو جائے گا۔ میں اسے اپنے کمرے میں رکھوں گا تاکہ اسے گرمی نہ لگے اور اس کی حفاظت بھی ہو سکے، زیادہ گرمی ہوئی تو کولر بھی لگا دوں گا''

آٹھ سالہ عبدالرحمن نے اپنی طرف سے خوب عقلمندی سے مشورہ دیا مگر ابو تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

''بکرے کو تو کمرے میں نہیں رکھتے، سارے گھر میں بو ہو جائے گی۔ مگر ہم عید کے قریب بکرا لے آئیں گے'' ابو نے وعدہ کیا تو عبدالرحمن بہت خوش ہوا تھا۔

اگلے دن اسکول میں شجرکاری مہم کے حوالے سے لیکچر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تبھی اسکول کے سب بچوں کو مدعو کیا گیا تھا۔

''پیارے بچو! اگر آپ سب ایک ایک پودا لگائیں گے تو یقیناً ہمارا شہر اور ملک سرسبز و شاداب ہو جائے گا۔ درختوں کے فوائد کسی کو معلوم ہیں؟''

استانی جی نے پوچھا تو سب بچے کچھ نہ کچھ بتاتے

جاتے۔

''یہ آکسیجن فراہم کرتے ہیں''

''یہ ماحولیاتی آلودگی کا خاتمہ کرتے ہیں''

''درخت زمین کو کٹاؤ سے بچاتے ہیں اور سیلاب سے بچاؤ کا باعث بھی بنتے ہیں'' ایک بڑی کلاس کے لڑکے نے جواب دیا تو عبدالرحمن کو سمجھ ہی نہ آیا کہ زمین کا کٹاؤ کیا ہوتا ہے۔

استانی کو بھی بچوں کے چہروں پر الجھن نظر آئی تو بولیں:

''درخت کی جڑیں زمین کی مٹی کو روک کر رکھتی ہیں جس سے لینڈ سلائیڈنگ یا زمین کے کٹاؤ کا خطرہ نہیں رہتا۔ اسی طرح جہاں درخت لگائے جائیں وہاں سیلاب آنے کا خطرہ بھی کم ہو جاتا ہے کیونکہ قدرتی طور پہ درختوں کی جڑیں پانی کو جذب کر لیتی ہیں''

استانی کافی دیر فوائد بتاتی رہیں اور پھر بولیں:

''پیارے بچو! اب آپ سب نے اپنے گھر جا کر ایک ایک پودا ضرور لگانا ہے اور اگلے مہینے میں آپ سب کے پودے دیکھوں گی، جو گملے میں لگائے وہ اسکول لے کر آئے اور جو زمین میں لگائے گا وہ تصویر کھینچ کر ضرور دکھائے''

عبدالرحمن کو تو اب ہر طرف پودے ہی پودے دکھائی دے رہے تھے۔ گھر آتے ساتھ ہی اس نے سب کہانی سنائی تھی اور پودا لانے کی فرمائش بھی کردی۔

''گھر میں اتنے سارے پودے ہیں تو نیا لگانے کی کیا ضرورت؟'' امی نے کہا تو وہ جھٹ سے بولا۔

''مجھے گملہ چاہیے تاکہ ایک ماہ بعد استانی جی کو دیکھا بھی سکوں۔ میں اپنے پودے کو خود پال پوس کر بڑا کروں گا'' عبدالرحمن جذباتی ہوا تو امی کو بہت ہنسی آئی۔

''ٹھیک ہے میرے چھوٹے میاں! ابو کے ساتھ جا کر لے آئیے گا ایک پودا'' امی پیار سے اسے چھوٹے میاں کہتی تھیں ورنہ نام سے ہی بلاتیں۔

عبدالرحمن پودا گھر لایا تو دن رات اس کی سیوا ہوتی رہتی۔ کبھی دھوپ میں رکھا جاتا کبھی چھاؤں میں۔ صبح شام پانی ڈالا جاتا مگر وہ بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔

''امی! اگر میں اس سے باتیں کروں تو یہ جلدی بڑا ہو جائے گا؟'' وہ سوچ کر بولا تو امی مسکرائیں۔

''یہ تو اپنے وقت پہ ہی بڑا ہوگا مگر آپ اس سے اچھی اچھی باتیں کرو گے تو یہ آپ سے خوش ہو جائے گا''

''ارے واہ! میرا دوست پودا'' عبدالرحمن نے پیار سے پتوں پہ ہاتھ پھیرا۔

□□□□□

بیس دن میں پودا کافی بڑا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمن خوش تھا کہ استانی صاحبہ کتنی خوش ہوں گی دیکھ کر۔ تبھی ابو بکرا بھی خرید لائے تھے۔ اب تو مشکل ہی ہو گئی۔ بکرے کی وجہ سے تو عبدالرحمن کو پودے سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ اس نے بہت احتیاط سے گملہ بکرے کی پہنچ سے کافی دور رکھا تھا۔ پودا اور بکرا دونوں ہی بہت عزیز تھے۔ کچھ دن سے اسے پودا بہت مرجھایا سا لگا۔

''اداس نہیں ہو دوست کچھ دن میں یہ بکرا ذبح ہونے والا ہے پھر ہم دونوں دوست خوب باتیں کریں

گے'' اسے لگا پودا مسکرانے لگا ہے۔

عید والے دن عبدالرحمن بہت خوش تھا مگر چھری دیکھ کر جہاں عبدالرحمن ڈرا تھا وہیں بکرا بھی بدک گیا اور ابو اور قصائی سے رسی تڑا کر زور سے بھاگا۔ بھاگتے بھاگتے اس نے گملے کو زور سے ٹکر ماری۔ عبدالرحمن نے زور سے چیخ ماری۔ گملا زمین بوس ہو چکا تھا مگر بکرے نے بس نہیں کی۔ اس نے پہلے سینگوں سے اس کی مٹی بکھیری اور پھر پودے کے پتے توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ جب تک ابو اور قصائی انکل نے اسے پکڑا تھا۔ پودے کے کچھ ہی پتے بچے تھے۔ عبدالرحمن کا تو رو رو کر برا حال تھا۔

ابو نے اسے نیا پودا لا کر دینے کا دلاسہ بھی دیا مگر وہ بضد تھا کہ دوست پودا ہی چاہیے۔

عید کے بعد اسکول کھلا تو عبدالرحمن غمگین صورت لیے کلاس میں بیٹھ گیا۔ دوست پودے کو اس نے اپنے ساتھ خالی نشست پہ رکھ دیا۔ دو تین پتوں والے پودے کو دیکھ کر سب بچوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

استانی جی نے وعدہ کیا تھا کہ جو اپنے پودے کی حفاظت کرے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ سب بچے پودے لے کر میدان میں اکٹھے ہوئے تو استانی جی نے سب کے پودے دیکھے۔ کوئی پھولوں کا پودا لایا، کوئی پھلوں کا، سب کے پودے ہرے بھرے اور خوبصورت تھے سوائے عبدالرحمن کے۔

''عبدالرحمن! آپ کے پودے کو کیا ہوا؟'' استانی جی نے پوچھا تو عبدالرحمن نے ہچکیوں سے روتے ہوئے تمام روداد سنا دی جس پہ کئی بچے ہنسے تھے۔

استانی جی نے مسکراتے ہوئے اسے گلے لگایا اور اسے اپنے ساتھ اسٹیج پہ لے آئیں۔

اس مقابلے کے انعام کا حقدار عبدالرحمن ہے۔

ان کے اعلان سے سب بچے ہی حیران رہ گئے مگر انہوں نے بات جاری رکھی۔

''عبدالرحمن نے نہ صرف پودے کی حفاظت کی بلکہ اس سے دوستی بھی کی۔ آج کتنے بچے ایسے ہیں جو صرف دکھانے کے لیے نرسری سے نئے پودے خرید کر لے آئے ہیں تاکہ انہیں انعام مل سکے۔

یہ بات سن کر کافی بچوں نے سر جھکا لیے۔

عبدالرحمن کا دوست پودا کیونکہ کسی کی خوراک کا سامان بن گیا ہے اس لیے وہ سب پودوں میں فاتح قرار پایا ہے۔ اس نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر بکرے کی بھوک مٹائی ہے اور عبدالرحمن بھی نیا پودا لا سکتا تھا مگر اس کھائے ہوئے پودے کو لا کر عبدالرحمن نے سچ کا بول بالا کیا ہے لہٰذا یہی اصل فاتح ہے۔

استانی جی نے ایک خوبصورت سی شیلڈ اور سرٹیفکیٹ عبدالرحمن کو دیا تو سب بچوں نے تالیاں بجا کر اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے ادھ کھائے پتوں والے، دوست پودے کو دیکھا تو لگا وہ بھی اس کی خوشی میں ہل ہل کر اسے مبارکباد دے رہا ہے۔

□□□□□